ڈاکٹر شائستہ ریاض
Haigam Sopore, Baramulla, Kashmir

عمر خیام بحیثیت فارسی رباعی گوشاعر

ملخص

پانچویں صدی کے آغاز میں اگرچہ شاعری کی ترقی کی رفتار گھٹ گئی، جس کی وجہ یہ تھی کہ اس صدی کے وسط میں غزنوی حکومت کا زوال شروع ہو چلا تھا اور نئی طاقتیں ابھی شباب تک نہیں پہنچی تھی لیکن صدی کے ختم ہوتے ہوتے جب کہ غزنوی سلطنت کا زور سلجوقیہ کی طرف منتقل ہو گیا، دفعتاً بحرِ سخن میں طوفان آ گیا، مرکز ایران میں سلاجقہ کی حکومت ۴۲۹۔۵۵۲ھ تک قائم رہی۔ ان سلاجقہ بزرگوں کے نام یہ ہیں طغرل، الپ ارسلان، ملک شاہ اور سلطان سنجر۔ سلجوقیوں کی اوج شباب کا زمانہ ملک شاہ اور سنجر کا زمانہ ہے اور یہی دور فارسی شاعری کا معراج شباب ہے، سلجوقیوں نے نیشاپور کو پائے تخت قرار دیا، اس تعلق سے ان لوگوں میں شاعری پھیلی جو ایران کی زبان کے اصلی مالک تھے، اسی کا اثر ہے کہ اس عہد کے شعراء کی زبان زیادہ لطیف شیریں اور محاورات اور مصطلحات سے لبریز ہے۔ اس خاندان کی اور اس کے ہم عصر خاندانوں کی اہمیت ایران کی ادبی تاریخ کے لحاظ سے پچھلے حکمران خاندانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ ان کے عہد میں ایرانی ادبیات کا احیاء ہوا اور ان کا عام رواج ہوا۔ ان کے دور میں میں بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے جیسے ناصر خسرو، خیام، انوری، معزی، سنائی جیسے پیدا ہوئے۔ دور سلاجقہ میں رباعی گوئی کو بھی ایک مقام ملا بابا طاہر عریاں، عبداللہ انصاری، اور عمر خیام اس دور میں نمایاں رباعی گو ابھرے۔ خیام نے انسان اور کائنات کا عبرتناک انجام یاد دلا کر فلسفہ نشاط کو فروغ دیا۔ عمر خیام کی ذکر ہم آگے تفصیل سے کرنے جا رہے ہیں ۔

اہم لفظیات :۔ تعارف، فضل وکمال، تصنیفات، اخلاقی تعلیم، خیام کا فلسفہ، وفات اور خیام بہ حیثیت فارسی رباعی گوشاعر۔

تعارف:۔ خیام کا نام عمر، لقب غیاث الدین، کنیت ابوالفتح ہے۔ ان کا وطن نیشا پور تھا۔ تاریخ ولادت جامع التواریخ اور نظام الملک کے دیباچے کے حوالے سے ۴۰۸ اور ۴۱۰ کے درمیان متعین کی گئی ہے۔ خیام کے حالات زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے خراسان کے مختلف شہروں جیسے

طوس، بلخ، بخارا اور مرو کی سیاحت کی تھی۔ بلکہ وہ بغداد بھی گیا تھا اور ایک روایت کی رو سے اس نے حج بھی کیا تھا۔ خیام نے اپنے زمانے میں بہت بڑے علماء اور فضلاء میں شمار کیا جاتا تھا اور چوٹی کے علماء جیسے ملک شاہ سلجوقی اور نظام الملک طوسی سے تعلقات رکھتا تھا۔ سلطانی مجالس اور علمی اور ادبی محافل میں عزت کے ہاتھوں لیا جاتا اور احترام کے ساتھ صدر میں بٹھایا جاتا تھا۔

فضل وکمال:۔ خیام کو آج زمانہ شاعر کی حیثیت سے جانتا ہے لیکن وہ فلسفہ میں ابو علی سینا کا ہم عصر اور مذہبی علوم اور فن ادب اور تاریخ میں ادب و تاریخ میں امام فن تھے، خیام اپنے زمانے کے اکثر علوم اور خاص کر نجوم، ہیئت اور حکمت میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ ملک شاہ نے تقویم کی اصلاح کے لیے جن بڑے بڑے منجموں کو مقرر کیا تھا ان میں سے خیام بھی تھا۔ ملک شاہ کا بیٹا سنجر مرض آبلا میں مبتلا تھا۔ خیام نے اس کا کامیاب علاج کیا۔ علم حکمت اور دوسرے علوم میں وہ حجتہ الاسلام غزالی جیسے علماء سے مباحثے کیا کرتا تھا۔

تصانیف:۔ رسالہ بحث وجود یا رسالہ الاوصاف والموصوفات، رسالہ کون وتکلیف، رسالہ در طبیعات لوازم الامکنہ، زیج ملک شاہی، رسالہ میزان الحکم یا فی الاحتیال لمورفتہ مقدار الذہب والفضہ، رسالہ فی شرح ما اشکل من مصادرات کتاب اقلیدس، رسالہ فی جبر والمقابلہ، کتاب البرہان علی طرق استخراج اضلاع المربعات والامر بعات والمکعبات، مسائل ثلثلہ، الضیاء العقلی فی موضوع العلم الکلی، کلیات وجود، رباعیات فارسی، مکاتبات خیام وغیرہ

اخلاقی تعلیم:۔ خیام کا فلسفہ اخلاق نہایت مختصر ہے لیکن جس قدر ہے اس مختصر دنیا کے لیے کافی ہے خیام کی اخلاق تعلیم میں ریاکاری سب سے بڑا جرم ہے اور اس نے جس خوبی سے اس کی پردہ دری کی ہے، آج تک کسی نے نہیں کی، سعدی اور حافظ ریاکار زاہدوں اور پیشواؤں کی دھجیاں اڑانے میں نہایت نامور ہیں اور نہایت عجیب عجیب نادر پیرایوں میں ان لوگوں کے پتر ے کھولتے ہیں لیکن خیام نے ایک رباعی میں اس مضمون کا خاتمہ کر دیا ہے۔

زاہد بہ زن فاحشہ گفتا مستی   بنگر زکہ بگستی و چون پیوستی

زن گفت چنانکہ می نمائم ہستی   تو نیز چنانکہ مے نمائی ہستی

یعنی ایک زاہد نے فاحشہ عورت سے کہا کہ تو بدمست ہے، تو خیال نہیں کرتی کہ تو نے

کس چیز کو چھوڑا اور کس کو اختیار کیا ہے۔اس نے جواب دیا کہ میں تو جیسا اپنے آپ کو ظاہر میں دکھلاتی ہوں ویسی ہی ہوں بھی ،کیا آپ بھی اپنے آپ کو جیسا دکھاتے ہیں ایسے ہی حقیقت میں بھی ہیں۔خیام کا فلسفہ اخلاق زہاد اور علماء کے فلسفہ کے اخلاق سے نہایت بلند ہے، یہ مقدس گروہ کسی کام کو صرف اس نظر سے دیکھتا ہے کہ خود یہ کام کیسا ہے، اگر وہ کام برا ہے تو اس سے اس کو کچھ تسلی نہیں ہوتی کہ خدا اس کو بخش دے گا، تو پھر ان کو کچھ پرواہ نہ ہوگی، خیام کسی کام کے کرنے کے وقت صرف یہ دیکھتا ہے کہ خود یہ کام کیسا ہے اور وہ کام برا ہے تو اس سے اس کو کچھ تسلی نہ ہوگی کہ خدا اس کو بخش دے گا، اس کے نزدیک یہی بڑا عذاب ہے خدا دیکھ رہا تھا اور اس نے جرم کا ارتکاب کیا۔

بانفس ہمیشہ درنبردم چہ کنم　　وز کردۂ خویشتن بہ دردم چہ کنم
گیرم کہ زمن درگزرانی بہ کرم　　زیں شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم ۱؎

یعنی اے خدا میں نے مان لیا کہ تو میرا گناہ معاف کر دے گا اور عذاب نہ دے گا لیکن یہ کیا عذاب ہے کہ تیری نظر کے سامنے میں نے ایسا فعل کیا۔

خیام کا فلسفہ:۔خیام کا فلسفہ زندگی بظاہر اپیکورس کی آواز بازگشت ہے، یعنی یہ کہ گزشتہ درآیندہ سے کچھ بحث نہیں، جو کچھ ہے حال ہے، اس میں کھاؤ پیو خوش رہو۔وگر ہیچ مصرعہ چناں نماند چنیں نیز ہم نخواہد ماند

دروقت بہارا گر بتے حورزشت　　برمے قدحے دہد، مرا برلب کشت
گرچہ بر ہر کسی این سخن باشد زشت　　سگ بہ زمن ار دگر برم نام بہشت ۲؎

یہ فلسفہ کہ انسان نیکی کا کچھ خیال نہ رکھے، جو جی میں آئے کرے مزے آڑائے بظاہر نہایت خطرناک ہے لیکن خیام کسے ایسے خطرناک ہے لیکن خیام سے ایسے خطرناک فلسفہ کی توقع نہیں ہوسکتی، اس نے بہت سی رباعیوں میں معاد اور جز کا اقرار کیا ہے اور نکوکاری اور برائیوں سے بچنے کی ہدایت ہے۔

خیام بحیثیت فارسی رباعی گوشاعر:۔خیام کی شہرت کی بنیاد بہت بڑی حد تک اس کی رباعیاں ہیں۔ان رباعیوں کو انہوں نے حساب، نجوم، طب اور حکمت کے باریک مسائل کی تحقیق سے تھک کر بعد تفریح طبع اور اپنے تاثرات کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے کہا ہے۔ان رباعیاں میں انہوں نے نہایت بلند افکار کو

نہایت سادہ اور شیرین زبان میں ادا کیا ہے۔ خیام سے پہلے شہید بلخی، ابوشکور بلخی، رودکی، ابوسعید اور دوسرے رباعی گوشاعروں نے بھی رباعیاں کہی ہیں بلکہ انہوں نے وہ مضامین بھی باندھے ہیں جو خیام کا خاص موضوع ہیں۔ چنانچہ اس رباعی کو شہید بلخی سے منسوب کیا گیا ہے۔

دوشم گذر افتاد بویرانہ ملوس   دیدم چغدی نشستہ برجائی خودس

گفتم چہ خبر داری ازیں دیرانہ   گفتا اجزا نیست کہ افسوس افسوس[۳]

لیکن خیام کی رباعیوں کا اندازہ ان کی لطافت ان کی تاثیر اور ان کی تازگی کچھ اور ہی ڈھنگ کی ہے۔ اس کی اکثر رباعیاں عبارت کے لحاظ سے مختصر لیکن مطالب و معانی کا سمندر ہیں گویا جب استاد عقل و برہان کے راستے عالم کے مسائل کے حل کرنے سے تھک جاتا ہے تو بے اختیار ہو کر اپنے احساسات کو راہ دینے پر مجبور ہو جاتا اور اپنے فکری بوجھ کو شعر کے سانچے میں ڈھالی دیتا اور انھیں زبان شعر عطا کر دیتا ہے وہ بے کران اور بلند ترین فضاؤں میں اڑتا اور عقل و خرد کو شعر اور تخیل کے پر لگا دیتا ہے۔

خیام کی رباعیاں اگرچہ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ہیں لیکن ان سب کا قدمشترک ہے۔ صرف چند مضامین ہیں، دنیا کی بے ثباتی اور اس سے عبرت کا مضمون نہایت پامال مضمون ہے، لیکن خیام ہر بار ایک ایسا نیا اسلوب ڈھونڈ لاتا ہے کہ نیا اثر پیدا ہوتا ہے۔

توبہ و استغفار بھی ایک فرسودہ مضمون ہے لیکن جس طرح خیام اس کو ادا کرتا ہے سننے والوں کی آنکھ سے آنسوں نکل پڑتے ہیں، بعض جگہ رقت انگیز طریقہ کو چھوڑ کر استدلال کا طریقہ اختیار کرتا ہے اور وہ بظاہر ایسا قوی ہوتا ہے کہ گویا اس کا جواب نہیں ہوسکتا ہے۔

برسینہ غم پذیر من رحمت کن   برجال و دل اسیر من رحمت کن

برپائے خرابات رو من بخشائے   بردست پیالہ گیر من رحمت کن[۴]

مغفرت کی دعا مانگتا ہے لیکن اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے اس طریقہ سے دعا کا اثر بڑھ جاتا ہے۔ کیوں کہ اپنے لیے دعا مانگنا پھر بھی ایک قسم کی ذاتی غرض ہے، اس کے ساتھ نکتہ یہ ہے کہ اعضاء کی برات آسانی سے ثابت ہوتی ہے کیوں کہ ان کا کیا قصور ہے، وہ اپنے اختیار سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ ہاتھ اور پاؤں کے مقابلہ میں صنعت طباق ہے اور اس سے بھی ایک لطف پیدا ہو گیا ہے۔

خیام کی رباعیاں تعداد کے لحاظ سے کم، عبارت کے لحاظ سے سادہ لیکن معنی کے لحاظ

سے بہت بلند پایہ اور قابل توجہ ہیں حق یہ ہیں کہ اس نے نہایت لطیف اور حکیمانہ خیالات کو دو بیتی کے سانچے میں ڈھال کرانھیں مؤثر ترین انداز میں پیش کیا ہے۔ خیام کی رباعیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حکیم شاعر کا دل بعض باتوں سے بہت متاثر تھا، ان باتوں پر اس کا دل جلتا تھا اور اس نے اپنی عمران ہی لا دوا دردوں کے علاج کے پیچھے گزاری ہے۔ لیکن جب اسے اپنے درد کی تسکین کی کوئی دوا نہیں دکھاتی دیتی تو وہ ناچار اسی اندرونی دباو سے مجبور ہو کر اپنے ضمیر کی تسکین کے لیے شعر کے دامن میں پناہ لیتا ہے۔

شاعر کا پہلا دلی تاثر تو وہی انسان کی نادانی اور بے خبری ہے۔ آفرینش کا راز اسے معلوم نہیں، دنیا کے معاملے اس کے بس کے نہیں کوئی ہمیں یہ نہیں بتا تا کہ ہم کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جارہے ہیں۔ زندگی کی یہ گیرہ دار کیا ہے اور انسان زندگی کی اس بھول بھلیاں میں ایسا مایوس اور ایسا دل گرفتہ کیوں بھٹکتا پھرتا ہے۔

دری کہ درو آمدن ورفتن است اورانہ ہدایت نہ نہایت پیدااست

کسی می نزندوی درین معنی راست کیں آمدن از کجاورفتن بکجاست

شاعر کا دوسرا غم جس کے بوجھ تلے اس کا دل خون ہو جاتا ہے یہ ہے کہ انسانی زندگی کا درخت کیوں سرسبز نہیں ہوتا اور خشک ہو کر زمین کے برابر ہو جاتا ہے۔ تندرسی بیماری سے جوانی بڑھاپے سے اور زندگی موت سے بدل جاتی ہے اور دنیا کے بڑے بڑے آدمی تک بھی آخر کار ایک مشت خاک کے سوا اور کچھ نہیں رہتے۔

پیش از من وتو لیل ونہاری بودست گردندہ فلک نیز بکاری بودست

زنہار قدم بخاک آہستہ نہی کان مردمک چشم نگاری بودست

ہمارے شاعر اعظم کا تیسرا تاثر وہی شکایت ہے ظاہر داری، فریب کاری، ریا دورائی اور جھوٹ کی جس سے بعض پیشواؤں دین کام لیتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہر میں تقوی اور تقدس کا جال پھیلاتے ہیں اور باطن میں اپنے اغراض کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے پیشواں لوگوں کی رہبری کی بجائے انھیں گمراہ کرتے ہیں۔ اس موضوع پر اس نے کہی پراثر رباعیاں لکھی ہیں۔

زمانے کی گردش کی شکایت، انسان کی ناکامی اور اس کے غم، اس کی عمر کی بے مقداری

اور ناپائیداری اور پیران طریقت کی ریا اور سالوس کے ذکر کے بعد وہ ہماری نجات کی تدبیری بھی سوچتا ہے۔ اور اس تمام رنج ومصیبت کے مقابلے میں ہمیں جینے کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ یہ ڈھنگ ہے عیش کا، خوشی کا اور ساری دنیا سے بے نیازی کا۔ ہم سب پر زمانہ ستم ڈھاتا ہے اور ہم سب فلک کی رفتار کے کھلونے ہیں۔ گزشتہ اور آئندہ پر ہمارا بس چلتا دنیا کو ہم اپنی مرضی کے مطابق ایک نظام کے مطابق نہیں لاسکتے حادثات کو اپنا مطیع اور رام نہیں بنا سکتے۔ اس لیے ہمارے لیے سب سے بہتر یہی ہے کہ گذشتہ کا رنج اور آئندہ کا غم کم سے کم کھائیں دم غنیمت جانیں اور خوش رہیں اور فرصت کو ہاتھ سے جانے نہ یں اور اس مختصر سی زندگی میں جو چند سالوں میں بڑھ کر نہیں اپنی دلی تمناؤں کو پورا کرلے، اٹھیں اور زندگی کے کاموں پر کمر بستہ ہو جائیں، زندگی کے حوادثات کا شکار نہ بنیں ہر دم زندگی کی قدر پہچانیں اور اس کی مصیبتوں کی مقابلہ کریں۔

عمر خیام کی رباعیات کا معاصر و مستند نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں رباعیات کے جو نسخے ملتے ہیں۔ ان میں تعداد کے علاوہ متن میں بھی اختلافات موجود ہیں۔ مثلا بوڈلین لائبریری اکسفورڈ میں رباعیات کی کم سے کم تعداد ۱۵۸ ہے اور کیمبرج یونیورسٹی کے مخطوطے میں زیادہ سے زیادہ ۱۰۸ ہے۔ سب سے قدیم نسخہ ایک مجموعہ میں شامل ہے۔ جو منتخبانی از اشعار قدماء کے نام سے مرتب کیا گیا تھا جسے غیاث الدین نے ۶۰۴ ھ میں لکھا تھا۔ اس میں رباعیات خیام کی تعداد ۲۵۳ ہے۔ خیام سے منسوب رباعیات میں محققین کے نزدیک تقریباً ۱۳۰ ایسی رباعیاں ہیں جو دوسرے شعرا کے کلام میں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً یہ رباعیاں فارابی، ابوالحسن، خرقانی، غزالی، ابوسعید ابوالخیر، ابن سینا، عطار، سنائی، سراج کمری وغیرہ کے کلام میں ملتی ہیں۔

دوسروں کی رباعیاں خیام سے کیوں منسوب کی گئیں؟ اس کے اسباب ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ لوگوں نے خیام کو صوفی سمجھا، یا لاابالی رند۔ چنانچہ ان کی شہرت کے پیش نظر اور اپنے عقائد کی تبلیغ کی خاطر اس قسم کے مضامین کی رباعیاں خیام سے منسوب کی گئی۔ بعض لوگوں نے خیام کی فلسفیانہ رباعیات کا جواب لکھا۔ بعض نے سوال بھی لکھا اور جواب بھی۔ بعد میں سوال و جواب دونوں خیام سے منسوب ہو گئے۔

محققین نے خیام کی اصلی و غیر اصلی رباعیات کے تعین کے لیے کوششیں کی ہیں۔ اور

مختلف راہیں نکالی ہیں۔مثلاً

۱۔ بڑے مجموعہ رباعیات میں سے جو رباعیات دوسرے شعراء کے کلام میں ملیں ان کو حذف کر کے باقی خیام کا سمجھا گیا۔

۲۔ جن رباعیوں میں خیام کا تخلص ہے وہ خیام کی تخلیق قرار پائیں۔

۳۔ قدیم تواریخ وتالیفات میں جہاں جہاں رباعیات خیام موجود ہیں ان کو جمع کیا گیا۔

۴۔ مطبوعہ نسخوں میں ایسی رباعیاں جو سب میں موجود ہیں، وہ خیام کے ہیں۔

عمر خیام علوم وفنون کا بڑا ماہر تھا،اس نے جبر ومقابلہ اور علم ہندسہ میں رسالہ جبر ومقابلہ، طبیعات،فلسفہ کون ووجود پر بہت رسالے اور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ان میں ہندسہ اور جبر ومقابلہ پر جو رسالے لکھے ہیں وہ عربی میں ہیں اور رسالہ (وجود) فارسی میں موجود ہے۔خیام کی رباعیوں کا ترجمہ دنیا کی تقریباً تمام مشہور زبانوں میں ہو چکا ہے اور اس کے نام سے ساری دنیا واقف ہے۔شاعر کی حیثیت سے خیام کی لافانی شہرت فٹز جیرالڈ کی مرہون منت ہے۔جس نے انگریزی نظم میں ان کی بعض رباعیوں کا ترجمہ ایسے دلاویز انداز میں پیش کیا۔

خیام کی رباعیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تخیل میں وضاحت ہے۔وہ اپنے خیالات کو صراحت سے بیان کرتا ہے،اس کے احساسات میں خلوص ہے اس لیے اس کی باتیں دل کو لگتی ہیں۔رباعیات کی دل نشینی کے دو اہم سبب ان کا طرز تخاطب اور منطقی استدلال ہے۔ان کی باتیں دل ودماغ دونوں کو متاثر کرتی ہیں۔خیام کے ہم عصر نظامی عروضی سمرقندی کی روایت کے مطابق خیام ۵۳۰ھ سے کچھ سال پہلے انتقال کیا۔قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کافی عمر پائی۔

☆☆☆

حواشی:

۱۔رباعیات خیام،ص۔۸۹

۲۔ایضاً،ص۔۴۸

۳۔تاریخ الحکماء شہرزوری،ص۔۵۱

۴۔رباعیات خیام،ص۔۱۴۵